اقبال کی تاریخی تلمیحات

ڈاکٹر بصیرہ عنبرین

Dr. Baseera Ambreen

Department of Urdu, Oriental College,
Punjab University, Lahore.

Abstract:

Allama Iqbal was the distinguished poet and thinker in 20th century. He used many literary devices to convey his thoughts. Allusion(Talmeeh) is one of them. Historical allusion is a reference, usually within a speech or a piece of writing, to people or events that have historical significance and carry certain ideas along with them. If we analyse the poetry of Iqbal , the use of historical allusion is found in most of the poems and Ghazals. In this article humble effort is made to point out the historical allusion in Iqbal's poetry through poetic examples.

تلمیح یا چشمزد(۱) جسے تملیح بھی کہا گیا(۲)، عربی مادے ''لمح'' سے مشتق ہے۔ لغوی سطح پر اس سے مُراد اشارہ کرنا یا دیکھنا(۳)، کسی چیز پر نگاہِ سبک ڈالنا(۴) کم نگاہی سے دیکھنا، سرسری یا ہلکی نگاہ(۵)، گوشۂ چشم سے کسی چیز کو تکنا یا اس پر نگاہ ڈالنا(۶)، آنکھ کے کنارے یا سرے سے اشارہ کرنا(۷)، کسی امر کا بالواسطہ، ناراست، ٹیڑھا اور مخفی تذکرہ، سرسری و اُچٹتی نگاہ، معمولی سی جھلک، پرتو، لشکارا یا جھپکی(۸)، استصوابِ رائے کرنا، سراغ رسانی کرنا، کھوج لگانا، آشکار کرنا یا کھولنا(۹)، ہے اور اس کا زیادہ تر تعلق نگاہ و نظر یا خیال و تصور سے بیان کیا جاتا ہے۔(۱۰)

علمِ بدیع کی اصطلاح میں تلمیح اُس شاعرانہ حربے کو کہتے ہیں جس کے تحت کہنے والا یا لکھنے والا اپنے کلام یا تحریر میں کم سے کم الفاظ میں کسی قصّے، آیت، حدیث، شخصیت، یا مشہور واقعے کی طرف اشارہ کرے(۱۱)، کسی قصہ طلب واقعے سے مضمون پیدا کرے(۱۲)، کسی ایسی چیز کا ذکر کرے جو کتب مستعملہ میں مذکور ہو(۱۳) مشہور شعر یا ضرب المثل یا کسی مسئلے کو کلام میں لائے جیسے مقررین اہم واقعات کی طرف بسا اوقات جملوں اور لفظوں میں اشارہ کرتے ہیں(۱۴)، بعض علوم کی علمی و فنی

اصطلاحات کوطرزِ بیان کا حصہ بنائے (۱۵)، مثلاً نجوم، ریاضی، موسیقی، طبعی علوم وغیرہ کی اصطلاحیں اپنے کلام میں لائے (۱۶)، کسی تعبیر کی طرف اشارہ کرے یا فرہنگِ عامہ، عقاید و آداب و رسوم و علومِ قدیم کا تذکرہ (۱۷) ایسے انداز میں کرے جس سے اُس کے کلام کی معنویت میں اضافہ ہو پائے۔ اُس ایک اشارے کی ادائی سے نہ صرف وہ شخص، چیز یا واقعہ وغیرہ یاد آ جائے اور بھرپور انداز سے کلام کی توضیح ہو بلکہ جب تک اُس مختصر اشارے کی وضاحت نہ ہو، کلامِ شاعر کی بخوبی تفہیم بھی نہ ہو سکے۔ گویا تلمیح کا مقصد ان مختلف قبیل کے اشارات سے تقویتِ معنی میں اضافہ کرنا اور قارئین سے اپنی شاعری کا اثبات کرانا ہے۔

علامہ اقبال کے کلام میں تلمیح کے اس مربوط، منظم اور کثیر الجہتی نظامِ فن کا جائزہ لیں تو ہمیں اس کی متنوع حیثیات دکھائی دیتی ہیں۔ اقبال اس شاعرانہ حربے کے تحت اپنی شاعری میں کم سے کم الفاظ میں ماضی و حال کی کسی فرضی یا حقیقی شخصیت، واقعے، قصے یا اسطورہ، آیت یا حدیث، ضرب المثل، مشہور شعر یا ادب پارے، علمی و فنی مسئلے یا اصطلاح، علم قدیم و جدید، علمی، سیاسی یا سماجی تحریک یا اپنی ذاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی ایسی جامعیت سے کرتے ہیں کہ ان کا کلام صوری و معنوی حُسن سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ علامہ کے ہاں کلاسیکی و جدید دونوطرح کی تلمیحات موجود ہیں۔ وہ کلاسیکی تلمیحات کے زیرِ اثر روایتی تلمیحوں کو جدتِ معنوی عطا کرتے ہیں اور جدید تلمیحات کے تحت اپنی ذات، خانوادے، معاصر شخصیات، اعزّہ و احبا کا تذکرہ اور مسائلِ جدیدہ کو پیرہن شعری میں سمیٹتے ہیں۔ بلاغت، ان کے اس نظامِ تلمیح کا وصفِ خاص ہے اور اسی کے سبب ان کی تلمیحوں میں بیک وقت تاریخ کی بازگشت بھی سُنائی دیتی ہے اور حالیہ واقعات و حوادث کے نقوش بھی بخوبی اُجاگر ہو پاتے ہیں۔ مزید برآں اقبال کے وضع کردہ لفظی و معنوی اضافات و تصرفات اور ان کے ہاں بعض مرکزی تلمیحات (Central Allusions) کی موجودگی ان کے تلمیحاتی ذخیرے کو انفرادی شان عطا کرتی ہے۔

شعرِ اقبال میں متذکرہ تلمیحاتی نوعیتوں میں علامہ کی تاریخی واقعات و حوادث اور اشخاص و امکنہ پر مبنی صورت خصوصیت کے ساتھ لائقِ مطالعہ ہے۔ اقبال کی تاریخی تلمیحوں کو بنیادی طور پر دو حصوں اسلامی اور غیر اسلامی تلمیحات میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تاریخی شخصیات میں اولاً تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ذاتِ مبارکہ سے وابستہ اور بعض بعد کی اسلامی شخصیات کا تلمیحاً تذکرہ کرتے ہیں، پھر علامہ تاریخِ اسلام کے ان اشخاص کو اپنے کلام میں بطور تلمیح لاتے ہیں جن کا تعلق دنیا کے مختلف خطوں سے رہا اور جنھوں نے مختلف زمانوں میں اسلام کی سطوت و عظمت کے جھنڈے گاڑے جبکہ غیر اسلامی تاریخ کی تلمیحات کے تحت اقبال نے قبلِ مسیح کے بعض اہم تاریخی کرداروں اور واقعات کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی دنیا کے مختلف ادوارِ تاریخ میں نمایاں نقوش ثبت کرنے والے اشخاص و وقایع

کے اشارات کو تقویتِ معنی کے لیے پیوندِ شعر کیا ہے۔ ذیل میں دونوں حوالوں سے اقبال کے اندازِ تلمیح پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

(ا) اسلامی تاریخ کی تلمیحات

اسلامی تاریخ کی تلمیحات میں اقبال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ سے وابستہ افراد کے علاوہ بعد کی اسلامی تاریخی شخصیات کو اپنے کلام کی معنویت میں اضافے کے لیے مُستعار لیا ہے۔ میرِ حجازؐ، محمد عربیؐ اور سالارِ کاروانِ ملت سے والہانہ لگاؤ کا اظہار ویسے تو کلامِ اقبال کے اوراق میں بارہا ملتا ہے مگر خالصتاً تلمیح کے زاویے سے اقبال کے ہاں غزواتِ بدر و حنین سے متعلق تلمیحات کے ساتھ ساتھ (بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور+ تصرف ہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد، ب د ۵ ۲۷) اور حضورؐ کی مکے سے مدینے کی جانب ہجرت کے واقعے کو اپنے مخصوص نقطۂ نظر کی تائید کے لیے تلمیحاً موزوں کرنے کا رجحان ملتا ہے (ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِؐ الٰہی + دے تُو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی +گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے+ ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے، ب د، ص ۱۶۰) خصوصاً علامہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابولہب کی تلمیح لا کر دو متضاد مکاتیبِ فکر کی نشاندہی کرتے ہیں ــــــ ''مصطفویؐ'' اور ''بولہبی'' ان کے کلام میں علامات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور وہ کفر و اسلام کی کشاکش پیش کرتے ہوئے ان علامتی تلمیحوں سے معنی اخذ کرتے ہیں، مثلاً:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بُولہبی
(ب د، ۲۲۳)

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کُہن ہوا　　عشق تمام مصطفیؐ، عقل تمام بُولہب
(ب ج، ۱۱۴)

یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس اُمّت کو　　وصالِ مصطفویؐ، افتراقِ بولہبی
(ض ک، ۶۳)

بہ مصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ھمہ اوست　　اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است
(ا ح، ۴۹)

کلامِ اقبال میں شامل متذکرہ دیگر تلمیحی شخصیتوں میں حضرتِ فاطمۃ الزہراؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت اویس قرنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عقبہؓ بن نافع شامل ہیں۔ یہ درست ہے کہ اقبال نے ان میں سے کچھ تلمیحیں بہت کم برتی ہیں مگر ان کی پیش کش میں کمال درجے کی پُرکاری ضرور نظر آتی ہے۔ مثلاً وہ حضرتِ عمرؓ کے دایرۂ اسلام میں داخل ہو کر اس کو استحکام دینے، حضرتِ عثمانؓ کے اسلام کے لیے بے پایاں

دولت صرف کرنے، حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہر لحظہ جہاد کے لیے مستعد رہنے، حضرت ابوذر غفاریؓ کے فقر و درویشی اختیار کرنے اور حضرتِ فاطمہؓ کے عفت و عصمت کے تاریخی حوالوں کو پیشِ نظر رکھ کر ''دلِ بیدار فاروقی''، ''دولتِ عثمانی''، ''خالدِ جانباز''، ''فقرِ بوذر'' اور ''چادرِ زہرا'' جیسی مؤثر تلمیحاتی تراکیب اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ''سلمان الخیر''، حضرتِ سلمان فارسیؓ کے صدق و صفا، فقر و غنا اور عشقِ رسولؐ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نادیدہ عاشق، ''خیر التابعین''، حضرت اویس قرنیؓ کے جذبۂ حُبِ محمدؐ کو بڑی کامیابی سے اصلاحِ احوال کے لیے تلمیح کر دیتے ہیں (عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا + رسمِ سلمان و اویس قرنی کو چھوڑا، ب د ۱۶۸)، بعینہٖ شعرِ اقبال میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کا تلمیحی حوالہ بھی موجود ہے اور وہ افریقہ کے والی حضرت عقبہ بن نافع کے جذبۂ جہاد کو بھی پُر تاثیر اور بامعنی انداز میں پیوندِ کلام کرتے ہیں (دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے + بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے، ب د، ۱۶۶)

تاہم ان مختصر مگر بلیغ اشارات کے علاوہ اقبال نے بعض تلمیحوں کا بہ تکرار استعمال کیا ہے اور ایک سطح پر یہ تلمیحیں علامہ کی خاص علامتوں اور کنایوں کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ سے متعلق تلمیحات قابلِ مطالعہ ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی تلمیحیں واقعاتی رنگ لیے ہوئے ہیں اور ان کی وساطت سے اقبال نے تاریخ اسلام کے دو اہم واقعات کو پیش کیا ہے۔ پہلا واقعہ ''غزوۂ تبوک'' سے متعلق ہے، جس میں حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اپنا تمام مال و متاع اسلام کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر کے اپنے لیے رفاقتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی سمجھا۔ اس واقعاتی تلمیح میں علامہ کے ہاں تحسینی رجحان بھی اُبھر کر سامنے آیا ہے اور عشقِ رسولؐ کی ایک نادر جھلک بھی مل جاتی ہے:

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر! اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار!
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس
(ب د، ۲۲۴، ۲۲۵)

جبکہ دوسرا واقعہ ''جنگِ یرموک'' سے وابستہ ہے جس میں فاتح شام اور نامور سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ کی تلمیح پیش ہوئی ہے جنھوں نے حضرت صدیقؓ اکبر کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور ان کا بے مثل کارنامہ رومی فرمانروا ہرقل کا مقابلہ کر کے فتح یاب ہونا ہے۔ اقبال اسی جنگ کے ایک واقعے کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں حضرتِ ابوعبیدہؓ کے لشکر کے ایک سیماب صفت فرزند نے لڑائی کی اجازت طلب کی تا کہ حضورؐ کے عشق میں جان قربان کرنے کے اعزاز سے بہرہ مند ہو۔ اس نوجوان نے آپؓ سے کہا کہ میں رسولِ پاکؐ کی بارگاہ میں آپؓ کا کیا پیغام لے جاؤں تو آپؓ نے فرمایا کہ اُنھیںؐ میرا اسلام کہنا

اور بتانا کہ دین کی فتح و نصرت کے جو وعدے آپؐ نے فرمائے تھے، وہ سب پورے ہو رہے ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ یہ تلمیحی واقعہ اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ نظم میں سمٹ آیا ہے اور اقبال نے اس تمام تر فضا کو کامیابی سے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے، مذکور تلمیحی نظم کا آخری حصہ دیکھیے:

کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام پُوری کرے خدائے محمدؐ تری مُراد
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام پہنچے جو بارگاہِ رسولِؐ امیں، میں تو
پُورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے

(ب د، ۲۴۷)

کلامِ اقبال میں مؤذنِ رسولؐ، حضرتِ بلالؓ کا تذکرہ سرتاسر عشق و عقیدت کی علامت کے طور پر آیا ہے اور اقبال نے آپؓ کے اس بے مثال جذبے کو مختلف اسلامی شخصیات، حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت اویس قرنیؓ کی جذبۂ عشق پر مبنی تلمیحوں کے استمداد سے زیادہ صراحت سے پیش کر دیا ہے، جیسے لکھتے ہیں:

شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری نظر تھی صورتِ سلماںؓ ادا شناس تری
اویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا تجھے نظّارے کا مثلِ کلیم سودا تھا
ترے لیے تو یہ صحرا ہی طُور تھا گویا مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا

(ب د، ۸۰، ۸۱)

''ابوالحسن''، حضرت علیؓ اسلامی تاریخ میں شجاعت و دلیری کا کنایہ ہیں اور اسی نسبت سے آپؓ کو ''حیدرِ کرار'' یا ''اسد اللہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ اپنے تنِ خاکی کو فقر و غنا سے تسخیر کرنے اور جہاد کے ذریعے سے اثباتِ حق کرنے کے سبب ''ابوتراب'' اور ''یداللہ'' بھی کہلاتے ہیں۔ آپؓ فاتحِ خیبر ہیں اور آپؓ کے ہاتھوں مرحب اور عنتر جیسے سرکش قتل ہوئے۔ اقبال کے کلام میں ''اسد اللّٰہی و یداللّٰہی'' حق اور ''مرحبی و عنتری'' کفر و استبداد کی علامتیں ہیں اور وہ حضرت علیؓ سے متعلق ان مختلف تلمیحوں کو اسی تناظر میں پیش کر کے مسلمانوں میں حرکت و حرارت عمل پیدا کرتے ہیں، اقبال کا اندازِ تلمیح ملاحظہ ہو:

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

(ب د، ۲۵۲)

وہی فطرتِ اسد اللّٰہی، وہی مرحبی، وہی عنتری نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے

(۲۵۳،")

اس زمانے میں کوئی حیدرِ کرّار بھی ہے بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن

(ب ج، ۶۴)

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے

(" ،۸۷)

خُدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سُلطانی کہ اس فقر میں ہے حیدری و کرّاری

(ض ک، ۱۷۱)

شعرِ اقبال میں نواسۂ رسولؐ، خلف الرشید علیؓ، جگر گوشۂ بتولؓ، حضرت امام حسینؓ کی تلمیح صبر واستقامت اور ایمان و ایقان کے استعارے کے طور پر آئی ہے۔ آپؓ اہلِ کوفہ وشام کی خاطر یزید سے برسرِ پیکار ہوئے اور شہادت کا رُتبہ پایا، اقبال اسی مقامِ شبیریؓ کو مومن کا شعارِ خاص قرار دیتے ہیں، مثلاً لکھتے ہیں:

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیریؓ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

(ب ج، ۷۳)

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوے دجلہ وفرات

(" ،۱۱۲)

اک فقر ہے شبیریؓ، اس فقر میں ہے میری میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیریؓ

(ب ج، ۱۶۰)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیریؓ کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

(ا ح، ۳۸)

بعض اوقات اقبال تاریخ اسلامی کے مختلف اشخاص کا تذکرہ ایک ہی شعر میں ایسے موثر طور پر کرتے ہیں کہ تلمیح کا حربہ زیادہ بامعنی اور کارگر محسوس ہونے لگتا ہے، مثلاً:

حیدریؓ فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے

(ب د، ۲۰۵)

یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کے بیچ کھاتا ہے گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؓ

(ب ج، ۲۳)

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے

(" ،۱۲۴)

یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے رہی نہ دولتِ سلمانیؓ و سلیمانیؑ

(ض ک، ۵۱)

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا، لیکن بنتی ہے بیاباں میں فاروقیؓ و سلمانیؓ

(۱۷۹،")

جہاں تک دنیا کے مختلف خطوں سے وابستہ اسلامی شخصیات کا تعلق ہے، اس ضمن میں اقبال کے ہاں عرب وعجم کے معروف حکمرانوں کے ساتھ ساتھ ہندستان کے بعض اہم مسلم اشخاص کا تذکرہ بھی تواتر کے ساتھ ملتا ہے۔ عرب وعجم کی تلمیحی شخصیتوں میں وہ طارق بن زیاد، عبدالرحمن اول، ہارون رشید، طغرل، معتمد، سلطان سنجر اور سلطان سلیم سے متعلق تاریخی واقعات وحوادث کو منفرد جہتیں عطا کرتے اور ان میں سے بیشتر کو عظمت وسطوت کے استعاروں کے طور پر برتتے نظر آتے ہیں مثلاً تلمیح میں ندرت پیدا کرتے ہوئے وہ کہیں اندلس کے میدانِ جنگ میں طارق بن زیاد کے جذبۂ جہاد، اعتمادِ نفس اور شوقِ شہادت کو دعا کی شکل میں ڈھال دیتے ہیں۔ (شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن + نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی، ب ج ۱۰۵) تو کہیں خاندانِ عباسیہ کے معروف حکمران ہارون رشید کی آخری نصیحت کو بطور تلمیح لاکر مسلمان کے تصورِ مرگ کو اجاگر کرتے ہیں (پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت + لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے، ب ج ۱۶۷) اسی طرح وہ شاہِ قرطبہ، عبدالرحمن اول، الداخل کے چند اشعار کو جو اس نے ہسپانیہ میں اپنے بوئے ہوئے کھجور کے پہلے درخت سے مخاطب ہو کر لکھے، اس طرح تلمیحاً ماخوذ کرتے ہیں کہ ایک طرف عبدالرحمن اول کی عباسیوں کے استبداد کے پیشِ نظر شام سے اُندلس کی طرف مہاجرت کا واقعہ تازہ ہو جاتا ہے تو دوسری طرف ان شعری احساسات کا انسلاک اسلام کے ماورائے حدود وثغور تصورِ وطنیت سے ہونے لگتا ہے۔ (صبحِ غربت میں اور چمکا + ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ + مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے + مومن کا مقام ہر کہیں ہے، ب ج، ۱۰۳) اقبال ان تاریخی تلمیحوں میں سے بعض کی تمثیلی وعلامتی جہتیں بھی ابھارتے ہیں، جیسے انھوں نے اشبیلیہ کے دورِ زوال کے حکمران المعتمد علی اللہ کی یوسف بن تاشفین کے ہاتھوں اسیری وبے بسی کا نقشہ اس مہارت سے جمایا ہے کہ تلمیح میں تمثیل کے عناصر اُبھر آتے ہیں (خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل + تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی + جو مری تیغِ دودم تھی، اب مری زنجیر ہے + شوخ وبے پروا ہے کتنا خالقِ تقدیر بھی!، ب ج ۱۰۲) اسی طرح علامہ کے کلام میں سلاجقۂ بزرگ کے اوّلین بادشاہ طغرل بیگ اور آخری سلجوقی حکمران سلطان سنجر کے ساتھ ساتھ سلطان سلیم عثمانی کی قوت وشوکت پر مبنی تلمیحات مسلم شکوہ کی علامت بن گئی ہیں:

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود   فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب
(ب ج، ۱۱۳)

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی   نہیں ہے سنجر وطغرل سے کم شکوہِ فقیر
(ض ک، ۶۷)

ہندستان سے متعلق تاریخی تلمیحات کے سلسلے میں اقبال نے یہاں کی مسلم شخصیات قطب الدین ایبک، شیر شاہ سوری، جہانگیر، شاہ عالم ثانی، غلام قادر رہیلہ اور ٹیپو سلطان کے علاوہ باہر سے

آنے والے بعض حکمرانوں محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، امیر تیمور اور نادر شاہ افشار کے ذکر سے معنویت پیدا کی ہے۔ مقامی مسلم شخصیات میں اقبال کے ہاں ہندستان کے پہلے مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک کے معرکوں اور مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر کی سطوت کی جانب مختصر اشارے ملتے ہیں جبکہ شیر شاہ سوری کی قابلیت اور سیاسی بصیرت کو بھی وہ ستائش کی نظر سے دیکھتے ہیں (یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے + کہ امتیازِ قبایل تمام تر خواری، ض ک ۱۷۷) تاہم ان کی تفصیلی توجہ غلام قادر رہیلہ اور ٹیپو سلطان کی طرف دکھائی دیتی ہے۔ غلام قادر رہیلہ کا ذکر واقعاتی انداز کی تلمیح میں ملتا ہے جس میں اقبال نے اسے شاہ عالم ثانی سے رہیلہ خواتین کی تذلیل کا انتقام لیتے یوں دکھایا ہے کہ دُودمانِ تیموری کے زوال کا نقشہ اُتار کر رکھ دیا ہے:

رُہیلہ کس قدر ظالم، جفا جُو، کینہ پرور تھا   نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے
دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرماں ستم گر نے   یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے
" " " " " " " " " " " " " " " " " "
رکھا خنجر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لیٹا   تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ احمر سے
" " " " " " " " " " " " " " " " " "
پھر اُٹھا اور تیموری حرم سے یُوں لگا کہنے   شکایت چاہیے تم کو نہ کچھ اپنے مقدر سے
مرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھی، تکلف تھا   کہ غفلت دُور ہے شانِ صف آرایانِ لشکر سے
یہ مقصد تھا مرا اس سے، کوئی تیمور کی بیٹی   مجھے غافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے
مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر   حمیّت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے
(ب د، ۲۱۸، ۲۱۹)

والیِ میسور، ابوالفتح، ٹیپو سلطان نے جس دلیری سے ہندستان کو اغیار کے تسلط سے نجات دلاتے ہوئے شہادت کا مرتبہ پایا، اقبال اسے سراہتے ہوئے سلطان شہید کی وصیت موزوں کرتے ہیں جس کی وساطت سے تلمیح پیغامبری کا فریضہ انجام دینے لگتی ہے، لکھتے ہیں:

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے   جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
باطل دُوئی پسند ہے حق لاشریک ہے   شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول
(ض ک، ۷۳)

ہندستان میں وارد ہونے والے بیرونی حکمرانوں میں اقبال، فاتحِ سومنات و اجمیر، سلطان محمود غزنوی کی جلالت و شوکت اور بُت شکنی کے قائل نظر آتے ہیں۔ خصوصاً وہ اس تلمیح میں سلطان کے وفادار غلام ایاز کے ذکر سے علامتی رنگ اُبھارتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں کہیں محمود، عظمت و سطوت اور ایاز، مجبوری و محکومی کی علامت بن جاتا ہے تو کہیں یہ دونوں عاشق و معشوق کے علائم کی

صورت اپنی جھلک دکھاتے ہیں، بعینہٖ علامہ اپنے تصورِ خودی سے ان تلمیحوں کا رشتہ قائم کر کے معنیِ مفید کا حصول کرتے ہیں:

جادوے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری
(ب د، ۲۶۱)

کیا نہیں اور غزنوی کارگہِ حیات میں بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات
(ب ج،۱۱۲)

فروفالِ محمود سے درگزر خودی کو نگہ رکھ ایازی نہ کر
("، ۱۲۸)

حاصل اس کا شکوہِ محمود فطرت میں اگر نہ ہو ایازی
(ض ک،۸۹)

اس ضمن میں شہاب الدین غوری کا اشاراتی ذکر قطب الدین ایبک کے ساتھ ہوتا ہے (رہے نہ ایبک وغوری کے معرکے باقی۔۔۔ب د، ۴۷) جبکہ تیمور اور نادر شاہ افشار کی جنگجویانہ سرشت کے پیشِ نظر، ان کی تلمیحیں ظلم اور بربّریت کے استعاروں کی شکل میں نمود کرتی ہیں:

کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز!
(ب د،۲۶)

نادر نے لُوٹی دِلّی کی دولت اک ضربِ شمشیر، افسانۂ کوتاہ!
(ض ک،۱۶۶)

(ب) غیر اسلامی تاریخی تلمیحات

کلامِ اقبال میں غیر اسلامی تاریخ کے پُرشکوہ حکمرانوں اور معروف شخصیات پر مبنی وہ تلمیحات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہیں جو قبلِ مسیح کے بعض اہم تاریخی کرداروں کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں کے ممتاز و ممیز اشخاص و وقایع سے متعارف کراتی ہیں۔ اس سلسلے میں جہاں اقبال قدیم یونانی، ایرانی، رومی، چینی و ترکستانی اور ہندستانی فرمانرواؤں کے تذکرے سے اپنی شاعری کو موفق و موثر بناتے ہیں، وہاں انھوں نے یورپ سے متعلق بعض انقلابی شخصیات کو بھی بڑی مہارت سے اپنے شعری تجربے کا حصہ بنایا ہے۔ چنانچہ شعرِ اقبال میں بیشتر مقامات پر علامہ اپنے اُسلوبِ خاص سے غیر اسلامی دنیا کے ان متنوع تاریخی کرداروں کے قدرے روایتی، دھندلے اور پُرانے خاکوں میں تازہ اور اُچھوتے رنگ بھرتے نظر آتے ہیں۔

تاریخِ غیر مسلم کے ان مشاہیر میں اقبال سرزمینِ یونان کے فاتحِ جلیل، شاگردِ ارسطو، اسکندرِ اعظم یا اسکندر مقدونی (Alexandar the great) کی جلالت ومنزلت کو بطورِ تلمیح اپنے کلام کا

حصہ بناتے ہیں، جس نے ایران میں داراا اور ہندستان میں راجہ پورس کو عبرتناک شکست دی۔ وہ دنیاوی جاہ وحشمت پر مبنی اس کردار اور اس سے وابستہ ''آئینہ سکندری'' کی تلمیح کو اپنے افادی نقطۂ نظر کے تابع کر کے نئے معنی پیدا کر دیتے ہیں جس سے بیشتر مقامات پر تلمیح، علامت کی حدوں کو چھونے لگتی ہے:

نہیں ہے وابستہ زیرِ گردوں کمال شانِ سکندری سے تمام ساماں ہے تیرے سینے میں، تُو بھی آئینہ ساز ہوجا

(ب د،۱۲۹)

اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے
(ب ج،۴۸)

مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے یہ آدم گری ہے، وہ آئینہ سازی
(۱۴۶،")

ایرانی حکمرانوں میں علامہ دارا، جمشید، اردشیر بابکاں، نوشیروانِ عادل اور خسرو پرویز کی شان وشکوہ کی حامل تلمیحوں کو اپنے نقطۂ نظر کی ترسیل میں معاون ٹھہراتے ہیں۔ وہ دارا(III Darus) کی قوت وشوکت کا رشتہ اپنے تصوراتِ خودی وفقر سے جوڑ کر مسلمان کی قوتِ عمل کو مہمیز کرتے ہیں، جمشید کے ''جامِ جہاں نُما'' کو شاہانہ تکلف کی علامت بنا کر متنوع انداز میں باندھتے ہیں، ایران میں ساسانی خاندان کے مئوسسِ جلیل اردشیر بابکاں کے سیاست و مذہب کے یکتائی کے تصور کو سراہتے ہیں، نوشیروانِ عادل (خسرو اول) ملقب بہ کسریٰ کے داد وانصاف کو عشق کی علامت بناتے ہیں اور ساسانی بادشاہ، پسرِ ہرمزد، خسرو پرویز (خسرو دوم) کو جاہ وجلال، طمطراق اور زر پرستی کا استعارہ بنا کر اپنے مطمحِ نظر کی ترسیل مؤثر انداز میں کرتے ہیں، اشعار ملاحظہ ہوں:

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِدارا!
(ا ح،۱۵)

جہاں بنی مری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں میں
(ب ج،۸۶)

اسی میں حفاظت ہے انسانیّت کی کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری
(۱۱۸،")

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق کبھی شاہِ شہاں، نوشیرواں عشق
(۸۷،")

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی کیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز
(۱۶،")

رومی حکمرانوں میں اقبال، جولیس سیزر کا خاص طور پر تذکرہ کرتے ہیں جس نے عوام میں اپنی مقبولیت اور سطوت کے سبب بڑے کرّ وفر سے حکومت کی اور بعدازاں اٹلی میں مسولینی نے ''آلِ سیزر'' کو قیصریت یا سیزر کے اسی خواب کا احساس دلایا (توڑ اس کا رومتہ الکبریٰ کے ایوانوں میں دیکھ +آلِ سیزر کو دکھایا ہم نے پھر سیزر کا خواب، اح ۹) اسی طرح بسا اوقات علامہ ایرانی و رومی، اکاسرہ و قیاصرہ کو شوکت وطنطنے کی علامتیں بنا کر بیک وقت تلمیح کر دیتے ہیں جس سے ان کے کلام کا علامتی رنگ تقویت پکڑتا ہے، جیسے:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ
(ب د، ۲۷۰)

نہ ایراں میں رہے باقی نہ توراں میں رہے باقی وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ
(ب ج، ۲۳)

محبت خویشتن بینی محبت خویشتن داری محبت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا
("، ۲۵)

چینی وترکستانی خطوں کے اشخاصِ معروف کے ضمن میں اقبال فغفور وخاقان کے القاب سے معروف قدیم ترین حکمرانوں کا تلمیحی تذکرہ بھی کرتے ہیں اور انھیں بادشاہت اور استعماریت کے کنائے کے طور پر بھی برتتے ہیں۔ انھی خطوں سے وابستہ چینی تاتار کے علاقے منگولیا کی خانہ بدوش اور خونخوار قوم کے خاقانِ اعظم، چنگیز خان کی جہانگیری و جہانداری کا ذکر بھی کلامِ اقبال میں ملتا ہے جس نے اپنے وضع کردہ قوانین وضوابطِ حکمرانی سے کُل تاتار اور چین پر تسلط جمایا۔ علامہ کے ہاں اس نسبت سے چنگیزیت، ظلم وتعدی کی علامت بن گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تاتار سے موسوم تاتاریوں کے اس دُودمان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جس نے ایران پر حکمرانی کی اور ایلخان کہلایا اور جو بالآخر مسلمان ہوا، یوں عباسی سلطنت کو برباد کرنے والے چنگیز خان ہی کے خانوادے سے کعبے کی پاسبانی کرنے والے غیور مسلمان سامنے آئے۔ متذکرہ حوالوں کے ضمن میں اشعار دیکھیے:

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں
(اح، ۱۳)

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
(ب ج، ۴۰)

ہے عیاں یورُشِ تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
(ب د، ۲۰۶)

ہندستان کی تلمیحات کے سلسلے میں اقبال، پنجاب کے راجہ پورس کی تلمیح فنائے اقتدار کے

حوالے سے پیش کرتے ہیں، جسے اسکندر رومی (اسکندرِ اعظم) نے ایران کے دارا کو شکست دینے کے بعد جہلم کے نزدیک زوال سے ہمکنار کیا، اس تاریخی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں:

تاریخ کہہ رہی ہے رومی کے سامنے دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا
(ب د، ۲۴۱)

جہاں تک یورپ کی انقلابی شخصیات کا تعلق ہے، ان میں علامہ امریکہ کے دریافت کنندہ کرسٹوفر کولمبس، فرانس کے مدبر سیّاس اور جلیل فاتح نپولین بونا پارٹ اور اطالوی محبِ وطن مازنی کو جوشِ کردار اور جہدِ مسلسل کے اعتبار سے برمحل تلمیح کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں وہ انقلابِ فرانس کو نگاہِ ستائش سے دیکھتے ہیں جس سے ان کے اپنے انقلابی مزاج کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے، شعر دیکھیے:

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دُنیا بھی نئی دیتے ہیں
(ب د، ۲۰۰)

راز ہے، راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز
(ب ج، ۱۴۹)

ہرے رہو وطنِ مازنی کے میدانو! جہاز پر سے تمھیں سلام کرتے ہیں
(ب د، ۱۳۹)

چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب جس سے دگرگوں ہُوا مغربیوں کا جہاں
(ب ج، ۹۹)

اقبال کی اسلامی و غیر اسلامی تاریخ کی یہ تلمیحات تاثیرِ شعری سے بھرپور ہیں اور ان کے تاریخی مطالعے پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ شعرِ اقبال کو منفرد معنوی ابعاد عطا کرنے میں پیش پیش ہیں۔ علامہ کی تاریخی تلمیحوں میں آغاز سے انجام تک حسن و خوبی کے عناصر موجود ہیں اور یہ تلمیحیں صحیح معنوں میں ان کے اسلامی و غیر اسلامی تاریخی مطالعے کی تفہیم کی آئینہ دار ہیں۔ ان تلمیحات سے اقبال کی وسعتِ علمی اور بلاغتِ شعری کا مؤثر اظہار ہوا ہے۔ خاص طور پر جب وہ تاریخی تلمیحوں کا اطلاق حوادثِ نو پر کرتے ہیں تو اُن کا شعری اُسلوب نکھر جاتا ہے اور تلمیح محض صنایع لفظی میں شامل ایک صنعت نہیں رہتی بلکہ ایک کامل فن کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ کزازی، میر جلال الدین: بدیع (زیبا شناسی سخن پارسی)، ص: ۱۱۰

۲۔ حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ تملیح سے مراد ''افزودن نمک بہ طعام'' ہے، دیکھیے: واژہ نامۂ ہنرِ شاعری از میمنت میر صادقی، ص: ۸۳

۳۔ فرہنگِ عمید، تہران: کتاب خانہ محمد حسن علمی، ۱۳۴۳ھ، ص: ۴۱۷

۴۔ فرہنگ آنندراج، ج ۲، تہران: موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۹۸۴ئ، ص:۱۱۸۶

۵۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات فارسی، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۵۲ئ، ص:۲۶۱

۶۔ محمد حسین محمدی، فرہنگِ تلمیحاتِ شعرِ معاصر، تہران: نشر میترا، طبع اول، ۱۳۷۴ھ، ص:۷

۷۔ جلال الدین ہمائی، فنون بلاغت و صناعاتِ ادبی، ج ۲، تہران: انتشارات توس، طبع سوم، ۱۳۶۴ھ، ص:۳۲۸

۸۔ سلیمان حییم، فرہنگِ جامع (فارسی۔انگلیسی)، ج ۱، ص:۳۷۴

۹۔ سیروس شمیسا، فرہنگِ تلمیحات، تہران: انتشارات فردوس، طبع چہارم، ۱۳۷۳ھ، ص:۵

۱۰۔ علی اکبر دہخدا زیرِ نظر دکتر محمد معین، لغت نامہ دہخدا، تہران: ۱۳۴۳ھ، شمارہ مسلسل ۱۰۲، شمارہ حرف، 'ت': ۷، ص:۹۱۵

۱۱۔ لطف اللہ کریمی: اصطلاحاتِ ادبی (انگلیسی۔فارسی)، ص:۲۶۔۲۵

۱۲۔ میر صادقی: واژہ نامۂ ہنر شاعری، ص:۸۳

۱۳۔ فقیر، شمس الدین: حدائق البلاغۃ، ترجمہ: امام بخش صہبائی، لکھنؤ: مطبع نولکشور، س ن، ص:۱۰۲

۱۴۔ محمد عبیداللہ الاسعدی، تسہیل البلاغۃ، ص:۲۰۵۔۲۰۴

۱۵۔ فرہنگِ صبا، ایران: انتشارات صبا، سال ۲۷، ص:۲۹۷

۱۶۔ فیروز اللغات فارسی، ص:۲۶۱

۱۷۔ دانش نامۂ ادب فارسی (۲)، ایران: آسیای مرکزی، ۱۳۷۵ش، ج ۱، ص:۳۰۰

☆......☆......☆